حضرت ابو رضا سید رضی الدین حسن کیفی حیدرآبادی کے حالاتِ زندگی

شمس الاسلام پریس حیدرآباد
١٣٤٥ ہجری

نذر

بکمال عقیدت میں ان ناچیز اوراق کو اس مقدس
نیک ہستی کی رُوح پاک کے نذر کرتا ہوں جس کا اسم گرامی
حضرت مولنا الحاج الواعظ القاری الحافظ ابوالوفا سیّد شاہ
محمد عمر صاحب حسینی القادری الحنبلی المتخلص بہ خلیق ہے۔

خاکسار
محمد سردار علی

تعارف

"سلسلۂ نشریات کتب خانۂ بزم ادب" کا یہ دوسرا نمبر ہے جو ملک و قوم کے ارباب علم و معارف نواز اصحاب کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اس کے قبل اسی سلسلہ کا پہلا نمبر **کلام کیفی** کے نام سے شائع ہو کر ملک کی علم پرور جماعت سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے اس سلسلہ کا تیسرا نمبر **یادگار کیفی** ہوگا جس میں حضرت کیفی مرحوم کے شاگردوں کے حالات اور ان کے کلام کے نمونے درج رہیں گے، چوتھا نمبر **موازنۂ کیفی** کے نام سے شائع ہوگا جس میں دیگر شعرائے حیدرآباد کے کلام سے حضرت کیفی کے کلام کا موازنہ کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائیگی کہ حضرت مرحوم کو کس طرح دیگر شعراء کے مقابل درجۂ امتیازانہ حاصل ہے آخر الذکر دونوں کتابیں زیر ترتیب ہیں اور انشاء اللہ اپنے وقت پر شائع ہوں گی۔

ہمارے لئے اسلاف قوم کی ناقدری کا رونا کوئی نئی بات نہیں ہے، نیکوں کا تو کیا ذکر یورپ میں چور اور ڈاکوؤں کے حالات لکھے جاتے ہیں اور برخلاف اس کے ہماری حسی اور مردہ دلی کا یہ عالم ہے کہ ہم اپنے مشاہیر قوم کے حالات سے بے خبر ہیں اور ان کو ایسا بھلا دیا ہے کہ گویا وہ تھے ہی نہیں یورپ اپنے خیالی مشاہیر تک کو ایسی خوشنما صورت میں پیش کرتا ہے کہ ہم ان پر فریفتہ ہو جاتے اور ان کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں اس عالم فریفتگی میں ہم اپنے بزرگان قوم کی طرف نہیں دیکھتے۔

ان حالات کی بنا پر ضرورت ہے کہ بزرگان قوم کے کمالات و نیکیوں کو نمایاں کیا جائے تاکہ وہ موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے رہنما کا کام دیکیں، ہماری زبان میں زیادہ تر ایسے مشاہیر کی سوانحعمریاں لکھی جاتی ہیں جن کے حالات تاریخ بن چکے ہیں ضرورت اور سخت ضرورت اس کی ہے کہ ایسے بزرگان قوم کے حالات قلمبند کئے جائیں جن کے حالات و کمالات پر گمنامی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔

حیات کیفی کے لکھنے کا مقصد بھی یہی ہے اور ایک دوسری کتاب **حیات مولوی مرتضیٰ** (سوانحعمری مولوی محمد مرتضیٰ صاحب مرحوم سکرٹری حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس) بھی اسی مقصد کے مدنظر لکھی گئی ہے۔ حضرت کیفی مرحوم ہماری قوم کے اس قدر بلند پایہ شاعر تھے اگر یہ یورپ میں پیدا ہوتے تو ان کے کلام کے صدہا اڈیشن نکلتے اور صدہا قسم کی یادگاریں قائم کی جاتیں۔ افسوس کہ ہماری قوم نے حضرت مرحوم کی حقیقت کو نہیں پہچانا اور ان کی کافی قدر نہ کی انشاءاللہ **موازنہ کیفی** میں حضرت مرحوم کے حیرت انگیز شاعرانہ کمالات کو نمایاں کرنے کی کوشش کیجائے گی۔

اسی سلسلہ میں حیدرآباد کے دیگر باکمال شعراء کا کلام اور بزرگان قوم کی سوانحعمریاں و تذکرے شائع کئے جائیں گے۔ انشاءاللہ

خاکسار

محمد سردار علی

بازار گھانسی حیدرآباد دکن

۲۵ جمادی الاول ۱۳۴۵ ہجری

ابتدائی حالات ابوالرضا کنیت سید رضی الدین حسن نام قطب میاں عرف کیفی تخلص ہے والد کا نام سید نظام الدین صاحب ہے سنہ ولادت معلوم نہ ہو سکا حیدرآباد میں پیدا ہوئے والد کے زیر سایہ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ دارالعلوم سرکار عالی میں داخل ہوئے۔ آپ کی محنت اور علمی شوق نے اساتذہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ مولوی وجہ الدین صاحب۔ مولوی محمد عبدالقدیر صاحب مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب بیدل اور مولوی تاج الدین صاحب جو مدرسہ مذکور کے لائق اساتذہ تھے آپ پر خاص نظر عنایت رکھتے تھے عربی، فارسی کی اچھی لیاقت تھی۔ دارالعلوم کے قدیم اور نامور طلباء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

حضرت کیفی نے تعلیم سے کنارہ کش ہو کر پہلے علاقہ نظم جمعیت میں اور اس کے بعد صیغۂ تعلیمات میں ملازمت اختیار کی۔ آخر عمر میں سررشتۂ تالیف

ترجمہ سے تعلق پیدا کر لیا تھا۔

شاعری شعر و سخن کا مذاق فطرتی تھا زمانہ طالب علمی ہی سے شعر کہنا شروع کیا حضرت شمس الحق سجاد علی صاحب بیکس تھانوی کو اپنا کلام دکھانے لگے تھوڑے دن میں اچھی مشق بہم پہنچائی اور بہت اچھا کہنے لگے آپ کی شاگردی پر اُستاد بیکس کو خود ناز تھا۔

اس کے بعد جب اُستاد داغ دہلی سے حیدرآباد آئے اور یہاں ان کی شاعری کا غلغلہ بلند ہوا تو کیفی مرحوم نے بھی اُستاد داغ سے تلمذ حاصل کیا۔ اُستاد داغ کی اصلاح و صحبت نے آپ کے کلام کو بہت چمکادیا اور آپ کی شاعری کے حیدرآباد میں چرچے ہونے لگے۔

فارسی شاعری اُردو کے علاوہ کبھی کبھی فارسی زبان میں شعر کہہ لیا کرتے تھے۔ فارسی میں آپ ادیب لاثانی مولوی جمال الدین صاحب نوری مغفور پروفیسر نظام کالج سے اصلاح لیتے تھے

نثر نگاری نظم کی طرح آپ کو نثر اُردو لکھنے میں بھی اچھی دستگاہ حاصل تھی حیدرآباد کے قدیم اُردو رسائل میں آپ کے بہت سے مضامین شائع ہو کر ادبی دنیا سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

رسالہ صحیفہ کا اجراء حضرت کیفی مرحوم نے بہ تقریب تہنیت چہل سالہ جشن سالگرہ مبارک اعلیٰحضرت حضور پر نور غفران مکان ۱۳۲۳ھ میں رسالہ صحیفہ جاری کیا

جس کا تاریخی نام "جشن عشرت" ہے رسالۂ مذکور کا پہلا نمبر ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۳ھ میں امانت پریس حیدرآباد میں طبع ہو کر اندرون احاطہ دیوڑھی نواب صاحب کلیانی سے شائع ہوا۔ حضرت مرحوم اس کے مالک و مہتمم تھے چند روز بعد نوازش علی صاحب حسرت مست اس کے سب اڈیٹر قرار پائے کیفی مرحوم بڑی قابلیت کے ساتھ رسالہ مذکور کو اڈٹ کرتے تھے جس کی داد بیرونی رسائل نے دل کھول کر دی اور صلہ افزا ریویو لکھے۔

اس کے بعد مرحوم نے رسالہ صحیفہ کو انجمن معارف چادر گھاٹ کے سپرد کر دیا۔ مولوی اکبر علی صاحب معتمد انجمن مذکور (موجودہ اڈیٹر صحیفہ روزانہ) نے اس کی عنان ادارت اپنے ہاتھ میں لی اور رسالہ انجمن کے زیر سرپرستی نکلنے لگا۔ چونکہ اس رسالہ کی بنیاد کیفی مرحوم کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی تھی اس لیے رسالہ نے خوب ترقی کی یہاں تک کہ آج ہم اس کو روزانہ اخبار کی صورت میں دیکھتے ہیں اور وہ ہمارے شہر کا مشہور و موقر اخبار ہے۔

بیعت کیفی مرحوم حیدرآباد کے مشہور واعظ حضرت سید شاہ محمد عمر صاحب حسینی قبلہ کے مرید تھے۔ بیعت حاصل کرنے کے بعد آپ نے درویشانہ لباس اختیار کیا۔ طبیعت میں فقر و قناعت بہت تھی عمر بھر جاہ طلبی و دنیا طلبی نہیں کی ایک حالت پر زندگی گزار دی۔

قومی نظموں کی طرف توجہ آخر زمانہ میں حضرت کیفی نے قومی نظمیں لکھنے شروع کیں

خاص طور پر توجہ کی تھی حیدرآباد کے بڑے بڑے جلسوں میں آپ کی نظمیں
ولولہ اور ہیجان پیدا کردیتی تھیں اور ان میں وہ اثر اور سوز و گداز پیدا کیا تھا
جو آج تک حیدرآباد کے کسی شاعر کو نصیب نہیں ہوا ایک بڑے مجمع کو
دم کے دم میں رُلا دینا اور اس میں جوش پیدا کردینا آپ کے قومی کلام کی خاص
خصوصیت و خوبی ہے۔ خاکسار مؤلف نے بچشم خود آپ کی نظم سن کر
سامعین کو آنسو ٹپکاتے ہوئے دیکھا ہے آپ کی چند مشہور نظمیں یہ ہیں وفائے عرب
جاہلیت کی انسانیت ۔ شکر نعمت ۔ سفر در وطن ۔ قرض حسنہ تعلیم نما
شعر و سخن ۔ جاپان تلمیذ یورپ ۔ قطرہ وغیرہ یہ تمام نظمیں فصاحت و بلاغت
حسن بیان و حسن تخیل میں ڈوبی ہوئی ہیں با اعتبار قومی نظموں کے حضرت کیفی کو
حیدرآباد کا حالی کہا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔

وفات سنہ ۱۳۳۸ ہجری میں بعض احباب کے ساتھ عرس حضرت خواجہ غریب نواز
رحمۃ اللہ علیہ میں شرکت کے لئے اجمیر شریف تشریف لے گئے تھے۔ جہاں آپ نے
[illegible] ۴ رجب سنہ [illegible] کو انتقال فرمایا اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔ اجمیر میں
آپ کا مزار درگاہ حضرت خواجہ غریب نواز رح کے قریب تارا گڑھ کے نیچے
واقع ہے۔

جس وقت اس آفتاب سخن کے وفات کی خبر بذریعہ تار حیدرآباد پہنچی
دنیائے شاعری میں تاریکی پھیل گئی شہر کے گوشہ گوشہ سے اٹھا ۔ [illegible] کیا جانے لگا

تحدیات اس وقت حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس بمقام لاتور بمقام
عثمان آباد ہو رہے تھے کانفرنس نے بھی بڑے زور سے تعزیتی رزولیوشن منظور کیا
جس میں حضرت کیفی کی وفات پر گہرے رنج و افسوس کا اظہار کیا گیا اور آپ کی
وفات بہت بڑے نقصان سے تعبیر کی گئی۔

کیفی مرحوم کی وفات کے بعد حیدرآباد کی پرانی شاعری سرد پڑ گئی شعر
سخن کے گھر گھر جو چرچے تھے ان کا خاتمہ ہو گیا۔

اولاد ۔ حضرت کیفی نے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑی ہیں
فرزند کا نام سید شمس الدین محمد عرف سید بادشاہ دولہا میاں تخلص علم ہے
سنا ہے ابتدا میں حضرت مرحوم نے علم بھی تخلص اختیار کیا تھا جو بعد میں اپنے
صاحبزادہ کو عطا کر دیا۔ ماشاء اللہ میاں علم بھی شعر بہت اچھا کہتے ہیں۔
والد بزرگ کے قدم بقدم ہیں کلام میں وہی رنگینی و لطافت پائی جاتی ہے

تصنیف و تالیف ۔ کلیات کیفی[1] جو اردو غزلوں، نظموں، رباعیات و
قطعات وغیرہ پر مشتمل ہے۔ دیوان بے نقط ۔ بے نقط غزلیں ہیں اسی میں اپنا
تخلص مرحوم استعمال کیا ہے۔ اردو منظوم ترجمہ اربعین جامی۔ ترجمہ سفرنامہ
ابراہیم بیگ۔

شاگرد ۔ حیدرآباد میں حضرت کیفی مرحوم کے صدہا شاگرد ہیں جن میں

---

[1] یادگار کیفی میں آپ کے حالات اور کلام کے نمونے درج کئے جائیں گے۔

مشہور یہ ہیں:۔

ریاض الدین صاحب ریاض۔ خواجہ وحید الدین خاں صاحب عدیل
عبدالطاہر صاحب طاہر۔ حبیب الدین صاحب مجاز۔ حکیم نوازش علی صاحب
مست مرحوم۔ قادر محی الدین صاحب باطن۔ حکیم محمد یعسوب علی صاحب صفی اورنگ آبادی
سید یوسف علی صاحب راغب۔ تاج الدین خاں صاحب مفید۔ سعادت علی صاحب
اول۔ قطب الدین صاحب آخر۔ محمد اسمعیل صاحب طاہر۔ یاور علی صاحب
یاور۔

شاعری

حضرت کیفی کے مختصر حالات زندگی بیان کرنے کے بعد اب آپ کی شاعری کا سرسری ذکر کیا جاتا ہے اور یہی آپ کی زندگی کا اصلی کارنامہ ہے موازنہ کیفی میں کیفی مرحوم کی شاعری پر مفصل ریویو لکھا جا رہا ہے اس لئے یہاں اختصار پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرت کیفی کی شاعری اکتسابی نہیں تھی آپ کو فطرت کی طرف سے شعر و سخن کا مذاق ودیعت کیا گیا تھا۔ سادگی و بیساختگی آپ کے کلام کا ہمیشہ طرۂ امتیاز رہا ابتدائی کلام بھی اس خصوصیت سے خالی نہیں ہے طبیعت فطرتاً سلیم واقع ہوئی تھی۔ ابتدا ہی سے تغزل [illegible] اختیار کی

اس کو آخر تک قایم رکھا شعر کی بڑی خوبی یہ سمجھی جاتی ہے کہ ادھر قائل کے منہ سے نکلا اور ادھر سامع کے دل میں اتر گیا یہی کیفیت آپ کے کلام میں پائی جاتی ہے محاورات اور روزمرہ کا استعمال اپنے کلام میں ایسی عمدگی سے کیا ہے جس سے طرز بیان میں جدت اور نرالا پن پایا جاتا ہے غیر مانوس ترکیب و الفاظ کے استعمال سے آپ کا کلام پاک ہے۔ اپنی زبان اور طرز بیان پر آپ مشاہیر ملک سے ایک سے زیادہ مرتبہ داد حاصل کر چکے ہیں چنانچہ ایک موقعہ پر خود اس پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

سیکھی ہے زباں طرز بیاں داغ سے پائی   علوی سے دعا اس دل ناقص کی صفا کی
دی داد مری شبلی و حالی نے تو اکثر   کچھ فخر نہیں اس سے کہ سو خاک کی لی

آغاز ہی سے آپ نے قافیہ پیمائی کو اپنا شیوہ قرار نہیں دیا بلکہ اس سے ہمیشہ الگ رہے بالفاظ دیگر آپ نے اپنے خیالات کو قافیہ کا پابند نہیں بنایا بلکہ قافیہ کو اپنا پابند رکھا جس عمدگی و خوبی سے غزل میں ایک ہی قافیہ کو مکرر سہ کرر باندھا ہے اس سے روانی طبع کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

جذبات نگاری میں آپ کو خاص قدرت حاصل تھی بندش ایسی نادر اور دلپذیر ہوتی ہے کہ دل اس دلکش مصوری پر بے قابو ہو جاتا ہے عریاں غیر مہذب جذبات آپ کے کلام میں پائے نہیں جاتے اگر کبھی غزل میں دلآویزی پیدا کرنے کی غرض سے پست جذبہ کا اظہار بھی کرتے ہیں تو الفاظ کا جامہ نہایت

١٣

متین اور سنجیدہ ہوتا ہے۔ نازک سے نازک جذبہ کو موثر اور دلنشین الفاظ میں
ادا کرنا آپ کا انداز خصوصی ہے۔ آپ کا کلام جذبات عالیہ کا ایک مخفی خزانہ ہے
جس میں خوش بیانی کا جلوہ قابل دید ہے۔ ایک ایک شعر سے قادر الکلامی اور
استادی ٹپکتی ہے۔ حقیقی حیات اور واردات قلبیہ کو وہ دلفریب انداز بیان
کے ساتھ نظم کیا ہے کہ جس سے ایک ایک شعر پیکان زہر آلود ہو گیا ہے۔

حضرت کیفی کی شاعری پر تفصیلی ریویو اور کلام کے سحر طراز نمونے مفصل
سوانح عمری میں ملاحظہ فرمائیے گا جو زیر ترتیب ہے یہاں چند شعر ضیافت طبع
کے لئے درج کئے جاتے ہیں:-

میری چپ کشتگی دل اغیار میں — بولتا ہوں کیا زبان خار میں
بار دل میں ہم خیال یار میں — اور ہیں رسوائیاں بازار میں
خضر کی بھی زندگی مشہور ہے — ہم بھی جیتے ہیں فراق یار میں
آج تو کیفی کی صورت دیکھ لی — نام دیکھا تھا کبھی اخبار میں

وصل میں عاشق ادھر معشوق ادھر خاموش ہے — لیکن ایک تصویر سے تصویر ہم آغوش ہے

باہمی تکرار یار ہوتے ہوتے رہ نہ جائے — کچھ مزہ آ جائے آپس میں ذرا ایسی تو ہو
دل ہی جب الجھ کر گم گشتہ ہو جائے تو پھر ایک بات ہے — آہ لب تک بھی نہ آئے نالہ ایسی تو ہو

مے جہاں اڑتی تھی کیفی اب وہاں اڑتی ہے خاک　　پھر وہ دن آئے زمانے کی ہوا ایسی تو ہو

ہم اور دولت دیدار اس پہ وعدۂ وصل　　لڑی ہے آنکھ کے ساتھ آج اپنی قسمت بھی
جناب شیخ کی باتیں پتے کی باتیں ہیں　　بڑے بزرگ ہیں سب جانتے ہیں حضرت بھی

بزم عدو میں وہ میری چپ سے ہیں بے قرار　　یہ آہ بے صدا بھی عجب دلخراش ہے

خوشامد اور پھر اتنی خوشامد اس ستمگر کی　　تجھے کچھ بھی خیال اے ہمت مردانہ آتا ہے
نہ پوچھو تم ادا کیا ہے شرارت کس کو کہتے ہیں　　سکھانے سے کہیں انداز معشوقانہ آتا ہے

تبسم لب پہ خنجر ہاتھ میں آنکھوں میں مستی ہے　　وہ مست ناز آئینہ میں محو خود پرستی ہے
ملا کر آنکھ دل لے لیتے ہیں کس صفائی سے　　نگاہوں پر کسی عیار کی چالاک دستی ہے

دروغ مصلحت آمیز گفتگو ہم سے　　انہیں سے سیکھ کے کیوں اے بہانہ جو ہم سے
حضور عشق میں کیسی ہماری کیا عزت　　ہزاروں پھرتے ہیں عالم میں کو بکو ہم سے

شب فراق میں ہے زیست موت سے بدتر　　ترے بغیر جیا بھی تو کیا جیا کوئی

کوئی کسی کا ہاتھ مروڑا — کوئی بھاگا۔ کوئی دوڑا
اسکی کوشش اس کو پکڑے — بھیگ رہے ہیں سب کے کپڑے
ان کو اس کا کچھ بھی نہیں غم — وہ ہیں مینہ ہے ادھر ہے ادھم

ایک نظم میں مسلمانوں کی ترقی و تنزل کا نقشہ کھینچا ہے جس میں مسلمانوں کی پستی و ادبار کا اصلی سبب قرآن حکیم سے بیگانگی قرار دی ہے اگلے مسلمانوں کے کارناموں پر فخر کرتے ہوئے موجودہ مسلمانوں کی ابتری اس طرح بیان کی ہے :-

کیا سبب کیا وجہ کیا باعث کہ ہو یہ انقلاب — ایک یہ بھی ہیں ہمیں اور ایک وہ بھی تھے ہمیں
حالت موجودہ کا نقشہ میں کھینچوں کس طرح — کونسی ہے ابتری دنیا میں جو ہم میں نہیں
پست ہمت بے بضاعت سست کاہل بے ہنر — اور پھر زینت گر اعمال شیطان لعین
حرمت و حلت کی پرواہ نہ حشر و نشر کی — ہے قسم کھانے کو باقی ہم میں قرآن مبین
جشن و مذہب بلکہ مذہب بن گیا رسم و رواج — و دھوم سے چھٹی۔ دھڑلے سے ہی چہلم کہیں
پڑھتے ہیں قرآن کب پڑھتے بھی ہیں تو گاہ گاہ — طوطے مینا کی طرح نعبد و نستعین
وہ بھی مردوں کی زیارت میں بلحاظ شرم ہے — تب بھی نیت فی الحقیقت خیر پہنچی نہیں

تاریخ کو نظم کرنا بھی آپ کا خاص کمال ہے دکن کی علمی ترقی کا ذکر کہنے کو تو چند شعر میں کیا ہے لیکن چھ سو برس کی تاریخ کا عطر کھینچ کر رکھ دیا ہے سات سو ہجری سے بارہ سو ہجری تک کی تاریخ کا لب لباب آپ ان چند شعروں میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

ہے قدامت کے دکن فیما عیسوں لب نبی مشتہر — ہاں کبھی رہتا اگر تھا یہیں آکر سجا

تھا ظہوری بھی گلشن پروردہ ملک دکن — اور ظفر اس نے بھی پایا تھا سپہر کر خطاب

شوق ابراہیم عادل شاہ کو موسیقی کا تھا — ہے ظہوری کی نو آہنگی پر از چنگ و رباب

سات سو اسی میں جب محمود شاہ بہمنی — سلطنت کے تخت پر بیٹھا ہو با صد عز و تاب

مدرسے کھولے کئی اک علم کو دی تازگی — جس قدر رکھتے ہیں تھا حاصل کیا اس نے ثواب

سات سو ستر میں کی محمود گاواں نے بنا — مدرسے کی شہر بیدر میں بہ طرز لاجواب

طول و عرض اس کا پچھتر اور پچپن گز کا تھا — اور سو فٹ کے دو مینار تھے بے حساب

طالب العلموں کو کھانا مفت کپڑا مفت تھا — مفت پڑھنے کو ملا کرتی تھی ہر درسی کتاب

آج تک اس کے کھنڈر باقی ہیں آثار قدیم — مثل طاق کسروی و گنبد افراسیاب

قطب شاہی دور میں تھا گولکنڈہ دار علم — طالب علم اس میں پڑھ پڑھ کر ہوئے ہیں کامیاب

جب محمد نے بنایا حیدرآباد دکن — در سنین حفظ (۹۸۸) ازروئے جمل کر لو حساب

چار مینارہ بنایا مدرسے کے واسطے — اور یا حافظ (۱۰۰۰) ہے تاریخ بنائے لاجواب

کیسے کیسے تھے دکن میں قدر دان علم و فن — لوگ کیا کیا جمع ہوتے تھے فضیلت انتساب

شیخ عین الدین گنج العلم تھا جن کا لقب — تھے یہیں اطوار الابرار ان کی اک ہی کتاب

تین دن ہفتے میں خود فیروز شاہ بہمنی — درس دیتا تھا فرشتہ نے لکھا ہے اس کا باب

ملا فتح اللہ شیرازی حبیب اللہ شاہ — شیخ عین اللہ محدث جس کا علامہ خطاب

اور علامہ محمد ابن خاتون با فقیہ — مولوی عبد الکریم ایک یکتا فرد لاجواب

مولوی حافظ شجاع الدین صاحب قادری — [illegible]